اسلامی اور مغربی قانون کی تعبیر و تشریح کے اصول اور مناہج

(ایک تقابلی مطالعہ)

Principles and Methodologies of Interpretation & Explanation of Islamic & Western Law (A Comparative Study)

میمونہ یاسمین*

ABSTRACT

Keeping in view the phenomenal fluctuation in human's state of affairs and its evolutionary process, the interpretation of law is an indispensable part of both divine and man-made laws. The more a law is well explained and objective and not based on personal likes and dislikes, the more it will be comprehensive and useful.

What are the principles of interpretation of Islamic and Western laws? What are their methodologies in this regard? And what is the comparison between Islamic and Western Principles of interpretation of law? The article deals with these three questions.

Answering to these questions, the study explores that the interpretation of Western law based on three methods namely: Logical or sentential interpretation Historical Interpretation, Literal Interpretation and it has five principles of interpretation which are Literal Rules, Context Rules, Golden Rules, Mischief Rules, and Rules of Ejusdem Generis.

Whereas the principles of interpretation of Islamic Law depend upon connotations along with various types. The methodology followed in the interpretation of Islamic Law is different between Hanafi Jurists and dialectical theologians. The pioneer and initial role of Muslim jurists and theologians cannot be deniable.

Keywords: *Interpretation, Jurisprudence, Explanatory, Al-Dalalat, Hukm-e-Sharieh, Authority,*

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین ڈھوک الٰہی بخش، راولپنڈی

CamScanner

تعارف

قانون ان مجموعہ قواعد و اصول کا نام ہے۔ جو حکومت کی طرف سے بغرض حفاظت حقوق و بقاء امن عام و انتظام سلطنت شائع کیے گئے ہوں اور جن کی پابندی رعایا پر لازم ہو۔[۱]

اسلامی نقطہ نظر سے قانون وہ اصول ہے جو اللہ تعالی نے اپنے نبی اور اپنی وحی کے ذریعے سے اپنے بندوں کو تعلیم کیا ہو تاکہ وہ اس پر عمل کریں۔[۲] تاہم وہ اصول جو رسم ورواج یا انسانی جذبات کی وجہ سے مقرر ہو جاتے ہیں اس تعریف کے احاطے میں نہیں آتے اور نہ ہی طبعی اصول اور انسان کے مقرر کردہ اصول و قوانین اسلامی اصطلاح میں "قانون" کہے جاسکتے ہیں۔ ہالینڈ (Holland) نے "اصول قانون" (Jurisprudence) کی تعریف مختصر مگر جامع الفاظ میں کی ہے:

"Jurisprudence is the (Formal) Science of Positive law."
(3)

جب کہ اسلام میں "اصول قانون" کی جگہ اصول الفقہ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ جو اپنی تعریف کے اعتبار سے بھی بہت وسعت اور جامعیت کی حامل ہے۔

مغربی قانون کے اصول تعبیر و تشریح

الف۔ قانون کی تعبیر و تشریح سے مراد

لفظ (Interpretation) سے مراد تعبیر، توضیح یا تفسیر ہے، تمام معاہدات، وصیت ناموں اور قوانین کی درست تعبیر نیک نیتی اور فہم صحیح پر مبنی ہونی چاہیے۔ اور اس کا مقصد فریق یا فریقین کا منشاء و مفہوم حاصل کرنا ہونا چاہیے۔ اگر کسی فقرہ یا لفظ سے دو مفہوم نکلتے ہوں تو پہلا مفہوم لیا جائے گا۔ سیاق وسباق کے لحاظ سے جو مفہوم قریب تر ہو، وہ لیا جانا چاہیے۔ اگر الفاظ غیر ارادی طور پر چھوٹ گئے ہوں اور مطلب ظاہر ہو رہا ہو تو الفاظ کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ کسی ناممکن، غیر قانونی، غیر اخلاقی یا غیر قریبانہ بات یا ایسی بات جو مصلحت عامہ کے خلاف ہو، اس کے کرنے کی

---

(۱) مودودی، ابوالاعلیٰ (م ۱۹۷۹ء)، اسلامی ریاست، (اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۹ء)، ص: ۴۶، ندوی، سید سلیمان، قانون بالا، (ماہنامہ، الندوہ، اگست ۱۹۹۰ء)، نمبر ۷، ص: ۲۵/۶

(۲) محمد اسحاق بھٹی، اسلام کا سیاسی نظام، (مجلس دعوت و تحقیق اسلام، کراچی، ۱۹۸۱ء)، ص: ۳۹

(3) Holland T.E, The Elements of Jurisprudence, (Oxford University Press, London), Ed: 3rd, P.8.

...ے کا مفہوم نکالنے کی اجازت کسی صورت میں نہیں دی جائے گی، جبکہ الفاظ سے کسی اور مفہوم کا نکالنا بھی ممکن ...ہے۔[1]

قانون کی تعبیر و تشریح، قانون کے معرض وجود میں آنے کے ساتھ ہی وجود میں آگئی تھی۔ کیونکہ ایک ...چھا قانون اصطلاحات سے صاف، واضح اور آسانی سے سمجھ میں آنے والا ہوتا ہے۔ قانون کی تعبیر و تشریح کے لیے ...انون ساز کی منشاء و مقصد معلوم کرنے کے لیے اصول وضع کیے جاتے ہیں۔ قانون کی تعبیر و تشریح کے اصول کا تعین ...یے بغیر قانون کے اصل مقصد کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

سر جان سالمنڈ تعبیر و تشریح (Interpretation) کی وضاحت اس طرح سے کرتا ہے:

> "Interpretation or construction, means the process by which the courts seek to ascertain in the meaning of the legislation through the medium of the authoritative forms in which it is expressed".[2]

> قانون کی تعبیر و تشریح سے مراد یہ ہے کہ عدالتیں خاص طریقے سے قانون سازی کے منشاء کو معتبر طریقے سے سمجھتی ہیں۔

قانون کی تعبیر و تشریح میں ہمیشہ کامل دستاویز سے معنی و مفہوم کا تعین کیا جانا چاہیے نہ کہ اس کے کسی خاص حصہ سے منشاء اخذ کیا جائے اگر دستاویز کا کوئی حصہ تمام مضمون دستاویز سے متضاد ہو تو اس کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔

میکس ویل تعبیر و تشریح کے اصل مقصد کو یوں بیان کرتا ہے:

> "The rule of construction is to intend the legislature to have meant what they have actually expressed''.[3]

> ترجمہ: تعبیر و تشریح کا اصول یہ ہے کہ آئین ساز جماعت کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ جو وہ بولتے ہیں۔ اس پر عمل کر کے دکھایا جائے۔

گویا کہ اُصول تعبیر و تشریح کے مطابق مجلس قانون ساز کا بیان اس کی دلیل ہونا چاہیے۔ نیز تعبیر و تشریح میں قانون کے اصولوں کی وضاحت کی جاتی ہے۔ اور قانون کے لفظ یا فقرے کی تشریح کی جاتی ہے تا کہ قانون کے اصل مفہوم اور مقاصد کو سمجھا جاسکے۔

---

(1) تنزیل الرحمٰن، قانونی لغت (انگریزی۔اردو)، پی۔ایل۔ڈی پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۳۷

(2) Salmond, Sir John,(Glanville) Jurisprudence, (London, 1946), P.83.

(3) Maxwell (Revised by Roy Wilson & Brian Galpin). Maxwell on the Interpretation of Statutes, (Sweet and Maxwell, Ltd, London, 1962). Ed:11th,P.5

CamScanner

ب۔ مغربی اصولِ تعبیر و تشریح کا ارتقائی جائزہ

مغرب میں مسیحیت کے پیروکاروں کی اکثریت ہے۔ اس کے دو بڑے فرقوں کیتھولک (Catholic) اور پروٹسٹنٹ (Protestant) کے درمیان شدید اعتقادی و عملی اختلافات تھے اور بالآخر دنیوی معاملات میں پروٹسٹنٹ تحریک کی کامیابی نے مغرب کے دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح شعبہ قانون میں عبارتوں کی تعبیر و تشریح کے نظریہ میں بھی بہت تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔

کیتھولک عقیدے کے مطابق بائبل کی عبارتوں اور الفاظ کی تعبیر کا حق و اختیار صرف اور صرف پوپ اور اُسقف کو حاصل ہے جو زمین میں مسیح کے نائب اور خلیفہ ہیں۔ دیگر تمام مسیحیوں کا فرض ہے کہ وہ کلیسا کے فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کر دیں اور پوپ اور اُسقف کی طرف سے کی گئی بائبل کی تعبیرات کو من و عن مان لیں۔

پروٹسٹنٹ فرقے نے کیتھولک نظریات، اس کے کلی اختیارات اور اس کے جبر و مطلق العنانیت کے خلاف بغاوت کر دی۔ پروٹسٹنٹ مفکرین کا خیال تھا کہ اگر پاپائے روم اور اُسقفوں کو بائبل کی تعبیر کا حق دے دیا جائے تاکہ وہ مسیحیوں کے لیے قوانین مرتب کریں اور ان کے گناہوں کے کفارے کے لیے طریق کار تجویز کریں تو یہ غلامی کی زنجیریں مضبوط کرنے کے مترادف ہو گا۔ انہوں نے پاپائے روم کی اجارہ داری کو مکمل طور پر رد کر دیا۔ پروٹسٹنٹ تحریک کیتھولک نظریات اور صدیوں قدیم روایات کے خلاف آزادی کی تحریک تھی جو بڑی تیزی سے مقبول ہوئی۔ مارٹن لوتھر (م ۱۵۴۶ء) نے یہ نعرہ بلند کیا کہ تمام مسیحی اپنے مذہبی رہنما خود ہیں۔ فکری آزادی کی اس تحریک کے نتیجے میں اور بعض دوسرے عوامل کے باعث مسیحیت کلیسا تک محدود ہو کر رہ گئی۔ پروٹسٹنٹ تحریک نے ہر مسیحی کو یہ حق دے دیا کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق بائبل کی تعبیر کرنے اور اسے سمجھنے میں آزاد ہے۔ اس تعبیر کی بنیاد صرف عقلی استدلال اور تجربہ کو قرار دیا گیا۔ یہ کلیسا کی مطلق العنانیت کے خلاف شدید ردّ عمل کا نتیجہ تھا۔ چرچ کو ریاستی امور سے بے دخل کر دیا گیا۔ دین اور دنیا میں دوری ہو گئی۔ مسیحیت کے احکام اور ریاستی قوانین دونوں الگ الگ راستوں پر چل پڑے۔[1] یہ مغربی معاشرے کا تاریخی پس منظر ہے۔

ج۔ قانون کی تعبیر و تشریح کا مغربی منہج و طریقہ کار

مغربی مفکرین قانون کی تعبیر و تشریح کے لیے درج ذیل طریقے و منہج بیان کرتے ہیں:[2]

---

(۱) ہربرٹ ایڈون، فلسفہ مذہب، مترجم شبیر احمد ڈار، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۳ء، ص: ۲، ۱۸۰، ۱۷۶، ۱۴۷

(2) Salmond, Ibid, P.83

ا۔ نحوی طریقہ تعبیر (Literal Interpretation)

یہ طریقہ ، تعبیر سب سے زیادہ مستحسن سمجھا جاتا ہے اس میں اس امر پر زور دیا جاتا ہے کہ منشاء قانون، عبارتِ قانون کا پابند رہے اور عبارت کی اس طرح تشریح و توضیح کرنا کہ الفاظ سے جو معانی و مفہوم بر آمد ہو سکیں، وہی بر آمد کیے جائیں۔ اس قسم کی تشریح کے لیے الفاظ، الفاظ کی بناوٹ اور قواعد (Grammar) کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔ بعض دفعہ ایک ہی لفظ جب قانون کے مختلف حصوں میں استعمال کیا گیا ہو تو اس کے مختلف معنی ہو سکتے ہیں۔[1]

قانون کی تعبیر و تشریح کے قاعدہ میں نحوی طریق کار استعمال کر کے فیصلے کی اہمیت اسی طریقہ سے جانچی جاتی ہے۔ اسے قانون کی نصفت کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

> "The literal rule of statutory interpretation demands that if the meaning of the statutory interpretation is plain, the courts must apply it regardless of the result"[2]
>
> ترجمہ: دراصل قانون کی آئینی تعبیر اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اگر آئینی تعبیر کا مطلب سادہ ہے تو اس کا اطلاق ضرور کرے اس چیز کی پرواہ کیے بغیر کہ اس کا نتیجہ کیا ہو۔
>
> "Judges are not liberty to add to or take from or modify the letter of the law".[3]
>
> ترجمہ: منصف کو یہ حق نہیں کہ وہ نکات قانون میں سے کچھ نکالے، اضافہ یا تبدیلی کرے۔

نحوی طریقہ تعبیر میں اس امر کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے کہ قانون کی عبارت میں مکمل طور پر ہم آہنگی پائی جائے۔ برطانیہ میں نحوی طریقہ تعبیر کو انیسویں صدی میں کافی پذیرائی حاصل ہوئی اور آج بھی برطانیہ میں جہاں اس کی افادیت کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ وہاں اس اصول کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے کہ عدالتوں کا کام قانون کی وضاحت، قانون کے مقاصد کے پیش نظر کرنی چاہیے، اور قانون کی عبارت میں تعبیر و تشریح کرتے وقت اپنی طرف سے کسی قسم کی وضاحت اور تبدیلی نہیں کی جا سکتی، انگلستان میں تعبیر و تشریح کا ایکٹ بھی نافذ ہے۔ جس کی وجہ سے وہاں کے قانون کی تعبیر و تشریح میں بہت کم الجھنیں پائی جاتی ہیں۔

نحوی تعبیر و تشریح کی اہمیت کے پیش نظر مغربی مفکرین اس کو "Golden Rule" یعنی "سنہری اصول" کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ:

---

(1) PTD 662: 187 ITR98۱۹۹۲

(2) AIR- 1982 NOC1, Orissa

(3) Modern Law Review, Vol.28, 1965, P.525; AIR 1979 SC 1487

"It is very useful rule in the construction of a statute to adhere to the ordinary meaning of the words used, and to the grammatical construction, unless that is at variance with the intention of the legislature to be collected from the statute itself or lead to any menifest absurdity or repugnance, in which case the language may be varied of modified so as to avoid such inconvenience, but no further".(1)

ترجمہ: دستور سازی میں یہ ایک مفید اصول ہے کہ مستعمل الفاظ کے سادہ فہم مطلب اور اس کی نحوی تعبیر کے ساتھ اس کو منطبق کیا جائے۔ جب تک کہ یہ قانون ساز کے ارادہ سے تفاوت نہ رکھے۔ یا واضح لغویت یا ناموافقت پر مبنی نہ ہو۔ اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی پریشانی سے بچنے کے لیے زبان میں تبدیلی یا ترمیم کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کا بار بار اعادہ نہ کیا جائے۔

بعض اوقات صرف عبارت قانون کے لغوی معنوں ہی کی حد تک تعبیر کی جاتی ہے اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ تعبیر کنندہ کا کام قانون بنانا نہیں ہے۔ میکس ویل (Maxwell) نے اپنی کتاب میں اس کو اس طرح بیان کیا ہے:

"When once the meaning is plain, it is not the province of a court to scan its wisdom or its policy. Its duty is not to make the law reasonable, but to expound it as it stands, according to the real sense of the words"(2)

ترجمہ: تعبیر و تشریح کے سارے اُصول نحوی طریقہ ء تعبیر کے پابند اور زیردست ہوتے ہیں۔ بنیادی اُصول تو یہ ہے کہ اگر قانونی عبارت صاف اور سادہ ہے تو قانون محتاج تعبیر نہیں ہوتا۔

۲۔ عقلی یا منطقی طریقہء تعبیر (Logical or sentential interpretation)

جب قانون کی عبارت پیچیدہ، گنجلک اور مبہم ہو تو اسے عقلی دلائل یا منطقی استدلال سے سلجھایا جاتا ہے۔ اور اس کی پیچیدگی اور ابہام کو دور کیا جاتا ہے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ قانون وضع کرتے وقت مقننہ کی اصل نیت کیا تھی۔ سالمنڈ کے مطابق:

"Logical interpretation says Salmond, is that which departs from the letter of the law, and seeks elsewhere for

(1) Parke, B, in Becke.v. Smith (1836), Curzon, Ibid, P.257

(2) Maxwell, Ibid, P.5

some other and more satisfactory evidence of the true intention of the Legislature".(1)

ترجمہ: منطقی تشریح قانون کے الفاظ سے مختلف ہوتی ہے اور مقننہ کے صحیح مقصد و ارادہ تک پہنچنے کے لیے کسی دوسری جگہ سے زیادہ تسلی بخش شہادت تلاش کرتی ہے۔

یہ طریقہ کار اس اصول پر مبنی ہے کہ ضرورتیں اور حالات تغیر پذیر ہیں۔ جرائم بھی ہمیشہ متنوع رہتے ہیں۔ ماضی میں بنایا ہوا قانون محتاج تعبیر ہوتا ہے، لہٰذا صرف عبارتِ قانون کو پیش نظر رکھ کر اس کی تعبیر کرنا درست نہیں بلکہ عوامی نمائندوں، قانون ساز اداروں کے اراکین کی آراء، منشاء، رجحان اور وقت کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر تعبیر کرنا زیادہ قرینِ انصاف ہوگا۔ بقول سالمنڈ:

"The duty of the judicature is to discover and to act upon the true intention of the legislature, the means or sentential legist. The essence of the law lies in its spirit, not in its letter, for the letter is significant only as being the external manifestation of the intention that underlies it. Nevertheless in all ordinary cases, the courts must be content to accept the litera legis. They must in general take it absolutely for granted that the legislature has said what it meant, and meant what it has said."(2)

ترجمہ: عدالتوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ مقننہ کی رائے دریافت کرکے اس پر عمل درآمد کرے۔ قانون کی اہمیت اس کی روح میں ہوتی ہے، نہ کہ اس میں استعمال کی گئی زبان کی، کیونکہ زبان نیت کا ایک ظاہری اظہار ہوتا ہے، تاہم عام صورتوں میں عدالت کو چاہیے کہ وہ الفاظ کے عام معنوں پر انحصار کریں۔ عام طور پر اس پیرائے پر عمل کرنا چاہیے کہ مقننہ کی وہی رائے تھی جو قانون میں استعمال کیے گئے الفاظ سے ظاہر ہے۔

قانون کی عقلی تعبیر کی ضرورت اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب قانون کا تعلق ماضی سے ہو اور وہ موجودہ دور کے حالات سے ہم آہنگ نہ ہو تو ماضی کے قانون کی روشنی میں معاشی، معاشرتی، تاریخی اور عمرانی محرکات کے تحت تعبیر کی جاتی ہے تو اس وقت یہ "خارجی ذرائع تعبیر" کہلاتے ہیں۔

۳۔ تاریخی طریقہ تعبیر (Historical Interpretation)

---

(1) Salmond, Ibid, P.83-84

(2) (i) Salmond, (Glanville), Ibid, P.84-85 (ii) Filzgerald, Ibid P.132-133

CamScanner

قانون کی تعبیر و تشریح کے لیے ایک تیسری قسم تاریخی طریقہ ء تعبیر بھی بیان کی جاتی ہے، جس میں کسی قانون کی تشریح تاریخ کے حوالے سے کی جاتی ہے۔ کیونکہ نحوی اور عقلی طریقہ ء تعبیر کے اُصول بعض اوقات منشاء قانون کی مکمل طور سے عکاسی نہیں کرتے اور نہ ہی قانون کی عبارت مکمل طور پر واضح ہوتی ہے اور بعض اوقات قانون بنانے والے بھی عجلت، لاپرواہی اور غفلت کی بناء پر عبارتِ قانون میں غیر شعوری طور پر سقم چھوڑ دیتے ہیں اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے تعبیر کنندہ، تعبیر کے عقلی اصولوں کے ساتھ ساتھ تاریخی طریقہ تعبیر کے تحت ان واقعات اور حالات کو مدِ نظر رکھتا ہے کہ جن کی بناء پر قانون ساز ادارے قانون بنانے کے لیے مجبور ہو گئے تھے۔

الغرض قانون کی تعبیر و تشریح کے لیے خواہ کوئی بھی طریقہ اپنایا جائے، صرف ایک ہی مقصد سامنے رہتا ہے کہ قانون بنانے والوں کی نیت اور قانون کی منشاء دریافت کی جائے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ عدالت یا تعبیر کنندہ کو تعبیر و تشریح کرتے وقت اپنی ذاتی پسند یا ناپسند کو اس پر اثر انداز نہیں ہونے دینا چاہیے۔

د۔ مغربی اُصول تعبیر و تشریح

موضوعہ قانون کی تعبیر و تشریح کے لیے مغربی قانون دانوں کے اُصول یہ ہیں:

ا۔ لغوی معنی کا اصول (Literal Rule)

اگر قانون میں لغوی معنی سے ابہام پیدا ہوتا ہو تو اس سے گریز کر کے نحوی طریقہ ء تعبیر میں لچک پیدا کرنی چاہیے۔ کرزن (Curzon) کے مطابق:

> "We can only take the intention of parliament from the words which they have used in the Act."(1)
>
> ہم پارلیمنٹ کی نیت کا اندازہ صرف ان الفاظ سے لگا سکتے ہیں جو قانون میں استعمال کیے جائیں۔

۲۔ اصول سیاق (Context Rule)

قانون کی عبارت کے اندرونی تضاد کو دور کرنے کے لیے اس کے مفہوم کو مجموعی طور پر سمجھا جائے گا۔ الفاظ کو ان کے سیاق میں لیا جائے گا۔ عدالت کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ الفاظ کو ان کے سیاق و سباق کے مطابق فطری معنی دے۔(۲)

---

(1) Curzon, Ibid, P.256

(۲) احتشام، محمود، قانون کی تعبیر و تشریح، (منصور بک ہاؤس، لاہور، س۔ن)، ص ۱۴۹

CamScanner

۳۔ سنہری اُصول (Golden Rule)

میکس ویل کے مطابق:

"The golden rule is that the words of statute must prima facie by given their ordinary meaning''.(1)

سنہری اصول یہ ہے کہ خاص قانون کے الفاظ بادی النظر میں اپنے عام معنوں میں لیے جائیں۔

جب کوئی غیر معقول نتیجہ سامنے نہ آئے، عام الفاظ سے ان کے اصطلاحی معانی مراد لیے جائیں گے۔ اگر کسی لفظ کا لغوی طور پر کوئی معنی غیر معقول ہو تو پھر عدالت اس غیر معقول معنی کے مقابلے میں کسی معقول معنی کو ترجیح دے گی تا کہ الفاظ کے مفہوم میں پائی جانے والی غیر معقولیت (Absurdity) دور ہو۔ یہ جج کی صوابدید پر ہے کہ اگر وہ سمجھے کہ الفاظ کے عام معنی مراد لینے سے ایسا غیر معقول معنی سامنے آئے گا جسے مقننہ (مجلس قانون ساز) کا ارادہ مقصد نہیں کہا جاسکتا تو اس صورت میں جج الفاظ کو وہ معانی دے جو ان سے مراد لیے جاسکتے ہیں۔(۲) اس اصول کے دائرہ کار کا اندازہ جی بی شا (G.B. Shaw) کے مندرجہ ذیل مقولے سے لگایا جاسکتا ہے:

"The golden rule is that there is no golden rule".(3)

سنہری اُصول یہ ہے کہ کوئی سنہری اصول نہیں ہے۔

۴۔ ضرر کا اصول (Mischief Rule)

جب کوئی ایکٹ (Act) قانون کے کسی ضرر کو دور کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو پھر اس ایکٹ کا مفہوم اس طریقے سے سمجھا جائے جس سے ایکٹ کا مقصد و مراد حاصل ہو اور ضرر دور ہو سکے۔(۴)

سر جان سالمنڈ اس اصول کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

"A completely different approach to statutory interpretation is enshrined in the "mischief" rule. This takes its origin from Heydon's case, and requires the judges to look as the common law before the Act, and the mischief in the common law which the statute was

(1) Maxwell, Ibid, P. 6

(2) L. Loyd , Ibid, P.863

(۳) ڈھلوں، عرفان خالد، علم اصول فقہ ایک تعارف، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۰۶ء، ص ۱۳۲

(4) L. Loyd, Ibid, P.863

intended to remedy ; the Act is then to be construed in such a way as to suppress the mischief and advance the remedy".[1]

قانون کی تعبیر و تشریح کے بارے میں ایک بالکل مختلف بات ضرر کے اصول میں محفوظ ہے۔ اس نے اپنا آغاز ہیڈن کے مقدمے سے لیا ہے۔ اور منصفین سے تقاضا کرتا ہے کہ قانون بنانے سے پہلے ایک عام قانون کے طور پر اس کو دیکھا جائے اور اس برائی کا مطالعہ کیا جائے۔ جس کو قانون ختم کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد ایسا قانون بنایا جائے جو کہ برائی کو ختم کرنے والا ہو اور اس کا حل منظر عام پر لائے۔

۵۔ ہم نوعیت قاعدہ یا یکساں اصول (Rule of Ejusdem Generis)

یکساں اصول کے مطابق جہاں کسی قانونی عبارت میں مخصوص الفاظ استعمال کیے گئے ہوں، وہاں عام الفاظ کے بھی وہی معنی لیے جاتے ہیں جو کہ مخصوص الفاظ کے لیے جاتے ہیں۔

میکس ویل رقم طراز ہے:

"It is however, the use of a general word following, but not preceding, other less general terms ejusdem generis which affords the most frequent illustration of the rule under consideration".[2]

جب عام اور خاص الفاظ ایک قانون کی عبارت میں شامل ہوتے ہیں تو اس وقت وہ ایک دوسرے سے اثر پذیر ہوتے ہیں لہٰذا عام الفاظ کی تعبیر محدود ہوتی جاتی ہے اور وہ خصوصی الفاظ کے ہم نوعیت ہو جاتے ہیں۔ عام الفاظ کی اصطلاح کے بارے میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ اگر ایک قانون میں عام الفاظ کے بعد خاص الفاظ شامل ہوں تو عام الفاظ کی تعبیر محدود متصور ہوگی۔

لہٰذا اس قاعدہ کے مطابق جب قانون کی ایک عام دفعہ ایک خصوصی راہنما اصول فراہم کرتی ہے تو خصوصی الفاظ قانون سازی کے مقاصد کی صحیح حیثیت کو واضح کرتے ہیں۔ پروفیسر سالمنڈ "اُصولِ ہم نوعیت" کو قانون کی تعبیر و تشریح کے سلسلے میں سب سے اہم اصول گردانتا ہے۔[۳]

ر۔ مغربی قانون کے اصول تعبیر و تشریح کے چند اہم مفروضات:[۴]

۱۔ بادشاہ یا کسی دوسرے مقتدر کو پابند نہیں کیا جائے گا۔

(1) (i) Salmond, Ibid, P. 139 (1584) 3co, Rep. at 76) (ii) Curzon, Ibid , P. 257-258

(2) (i) Maxwell, Ibid, P. 326 (ii) Curzon, Ibid, P. 259

(3) Salmond, Ibid, P. 85

(۴) ڈھلوں، علم اصول فقہ ایک تعارف، ۲/ ۱۲۳-۱۳۲

۲۔ کسی تعبیر کو ماضی سے موثر (Retrospective) نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ مروج حقوق (Rights) میں مداخلت نہیں ہوگی۔

۴۔ عدالتی اختیارات ختم نہیں کیے جائیں گے۔

۵۔ دستوری حقوق یا بین الاقوامی قانون سے انحراف نہیں ہوگا۔

لیکن صریح اور واضح الفاظ اور ضروری معانی مندرجہ بالا مفروضات کو ختم کر سکتے ہیں۔

اس اصول تعبیر و تشریح کے تحت اگر کوئی لفظ مختلف مقامات پر استعمال ہو تو ہر جگہ اس لفظ کے ایک ہی معنی لیے جائیں گے۔ الغرض قانون کے طریقوں یا اصولوں سے یہ بات اجاگر ہوتی ہے کہ مغربی قانون تعبیر و تشریح میں (Golden Rule) کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اس اصول کی رو سے قانون کی عبارت پر توجہ دی جاتی ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ قانون بنانے والوں نے قانون کی عبارت میں کیا چیز شامل کی ہے۔ اگر لغوی معنی درست ہوں تو وہ ترجیحی بنیادوں پر فائز ہوں گے اور اگر لفظی و لغوی معنی ابہام اور بے ترتیبی کا شکار ہوں تو نحوی طریقہ، تعبیر کے اُصولوں کو اپنا کر قانون کا منشاء و مقصد معلوم کیا جاتا ہے۔

اسلامی قانون کے اصول تعبیر و تشریح:

الف۔ اسلامی اصطلاح "الدلالات" کی وضاحت

تعبیر و تشریح (Interpretation) کے لیے اسلامی اصطلاح، "الدلالات" مستعمل ہے۔

ادلہ شرعیہ سے حکم شرعی معلوم کرنے کا طریقہ اور منہاج جس کے لیے بعض جدید علمائے اُصول نے "دلالات" کی اصطلاح استعمال کی ہے یعنی تعبیر قانون اور تفسیر منصوص کے قواعد و احکام۔ اصول قانون کا یہ شعبہ بھی جو آج (Principles of Interpretation) کے نام سے جانا جاتا ہے اور قانونی علوم کا ایک بہت اہم اور مشکل حصہ سمجھا جاتا ہے، مسلمان فقہاء ہی کی ایجاد ہے۔ فقہائے اسلام سے قبل نہ تعبیر قانون کے طے شدہ اور منضبط اصول مدون طور پر موجود تھے اور نہ یہ کوئی الگ شعبہ ء قانون سمجھا جاتا تھا۔[۱]

محمد مصطفیٰ الشلبی نے تعبیر و تشریح قانون کے لیے دو لفظ استعمال کیے ہیں: القواعد اللغویۃ۔ او الدلالات[۲]

جبکہ لفظ "الدلالۃ" کے معنی اس طرح بیان کیے گئے ہیں، "الدلالۃ: کون الشی بحیث یلزم من العلم بشیء

(۱) غازی، محمود احمد، علم اصول فقہ ایک تعارف، (شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۰۶ء)، ۱۵/۲

(۲) (i) الشلبی، محمد مصطفیٰ، اصول الفقہ الاسلامی، (دار النہضۃ العربیۃ، بیروت، ۱۹۸۶ء)، ص: ۱/ ۳۶۷ (ii) السرخی، اصول السرخی، ۱/ ۱۲۴، وما بعدھا (iii) الآمدی، م، ن، ۲/ ۳۶، وما بعدھا (iv) البزدوی، اصول فخر الاسلام، ۱/ ۲۸ وما بعدھا

آخر" (۱)

دلالات کے ضمن میں امام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے علوم فقہ کو ایک درخت سایہ دار و ثمر دار سے تشبیہ دی ہے، جس کے ثمرات سے دنیا مستفید ہوتی ہے۔ یہ ثمرات وہ احکام شرعیہ ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا میں صلاح اور آخرت میں فلاح حاصل ہوتی ہے، وہ تنے اور بنیادیں، جن کے اثرات سے ثمرات پیدا ہوتے ہیں وہ ادلہ شرعیہ یعنی کتاب و سنت وغیرہ ہیں، پھر اس درخت سے پھل حاصل کرنے کے متعین اور طے شدہ طریقے ہیں، جن کو دلالات کہا جاتا ہے۔ اگر ان طریقوں کو بروئے کار نہ لایا جائے تو پھر وہ ثمرات جو مقصود و مطلوب ہیں حاصل کرنے والوں اور پھلوں سے مستفید و متمتع ہونے والوں کا وجود بھی ضروری ہے، یعنی مجتہدین و مقلدین جو احکام معلوم کریں اور احکام پر عمل کریں۔ (۲)

اسلامی فقہاء کی رائے کے مطابق شرعی نصوص کی تعبیر میں بعینہ وہی اُصول کام میں لائے جاتے ہیں جو عام عبارتوں کی تعبیر کے لیے مقرر ہیں۔ تعبیر کا مقصد یہ ہے کہ بیان کرنے والے کی مراد خواہ وہ شارع ہو یا احکام کا شارح یا کوئی دوسرا شخص ہو، دریافت کی جائے خواہ اس کے الفاظ سے یا اس کے طرز عمل سے، مثلاً شارع یہ دیکھتا ہے کہ لوگوں میں ایک خاص رسم جاری ہے اور کوئی حکم اس کے امتناع کے متعلق جاری نہیں کرتا تو یہ قیاس کر لیا جاتا ہے کہ وہ رسم اس کی منظور کردہ ہے یا اصحاب رسول ﷺ میں سے ایک شخص کوئی حدیث مجہول راوی سے بیان کرتا ہے اور اس کی صحت کی تکذیب نہیں کرتا تو یہ قیاس ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث کی اصلیت کو تسلیم کرتا ہے۔ ایک معمولی شخص کے طرز عمل کی تعبیر کرنا صرف اصول مانع تقریر مخالف کو کام میں لانا ہے۔ (۳)

ڈاکٹر محمود احمد غازی تعبیر و تشریح کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"اُصول فقہ کے اس شعبہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(vi) ابن عبد الشکور، مسلم الثبوت، الحسینیہ المصریۃ، س۔ن، ۱/ ۲۵۵، ومابعدھا (vii) النسفی، ابو البرکات عبد اللہ بن عمر (م ۷۱۰ھ)، کشف الاسرار شرح المنار، وحواشیہ، (دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، س۔ن)، ص:۱/ ۱۴، ومابعدھا (viii) الشوکانی، محمد بن علی، (۱۲۵۵ھ)، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، (دار الکتبی، قاہرہ مصر)، ص:۸۰، ومابعدھا

(۱) الشلبی م۔ن، ۱/ ۳۶۷

(۲) غازی، محمود احمد، علم اصول فقہ ایک تعارف، ص:۱۵

(۳) عبد الرحیم، اصول فقہ اسلام، مترجم مولوی مسعود علی، منصور بک ہاؤس، لاہور، س۔ن، ص:۱۲۹

CamScanner

۱۔ ایک حصہ وہ ہے، جس کا تعلق خاص قرآن مجید اور سنت کی تشریح و تفسیر سے ہے۔ یہ حصہ اکثر و بیشتر عربی زبان کے اسالیب، کلام عرب کے مناہج اور عربوں کے محاورہ اور روز مرہ سے بحث کرتا ہے۔

۲۔ دوسرے حصہ میں نصوص کی تعبیر و تشریح کے وہ اصول ہیں جو عالمگیر ہیں اور دنیا کے ہر قانون اور عبارت و دستاویز کی تشریح و تفسیر میں کام آسکتے ہیں۔"(۱)

ب۔ اسلامی اصول تعبیر و تشریح کی تدوین وارتقاء

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فقہ یا اُصول فقہ کی تدوین کی ضرورت نہیں تھی۔ صاحب شریعت خود موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام بذریعہ پیغمبر وحی نازل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں لوگوں تک پہنچا دیتے۔ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی احکام دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قانون ساز ہونے کی حیثیت خود اللہ تعالیٰ نے دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد عہد اہل عرب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی تعبیر و تشریح کے اصول و قواعد مرتب کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن و سنت کی نصوص کی تعبیرات کیں، ان سے احکام اخذ کیے اور مسائل کا حل دریافت کیا۔ اس کام میں انہوں نے اصول و قواعد کو ملحوظ خاطر رکھا۔ لیکن یہ اصول و قواعد باقاعدہ مرتب و مدون نہیں تھے۔ چند مشہور فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کا دور آیا۔ انہوں نے قرآن و سنت کے احکام کو اپنے علاقوں میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سیکھا جو وہاں موجود تھے یا جو سفر کر کے وہاں پہنچے تھے۔

تابعین اور تبع تابعین کے زمانوں میں نصوص کی تعبیر اور اخذِ احکام کے لیے اصول و قواعد پیش نظر رہے۔ فقہاء کی تعبیر اور مسائل کا استنباط، قانون سازی کا ایک اہم ذریعہ تھا۔ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۵ھ) کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فقہ کے ان اصولوں کو جو ان کے زمانہ تک قائم ہو چکے تھے، ایک مجموعہ کی شکل میں مرتب کیا تھا۔ اسی طرح امام حماد بن ابی سفیان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۰ھ) کے پاس بھی اصول و قواعد کا ایک مجموعہ تھا(۲)۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) کی نگرانی میں چالیس فقہاء پر مشتمل ایک مجلس فقہی قائم تھی جو اجتہاد و استنباط احکام اور تدوین فقہ کا کام کرتی تھی۔ یہ کام اصول و قواعد کے تحت جاری تھا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے استحسان کا اصول وضع کیا،

---

(۱) غازی، محمود احمد، علم اصول فقہ ایک تعارف، ص:۱۹

(۲) عبدالرحیم، ص:۷۵

CamScanner

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۹ھ) نے تعامل اہل مدینہ ، مصلحت عامہ اور استدلال کے اصول دیئے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۲ھ) قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس تھے ۔ انہوں نے نصوص کی تعبیر میں بہت کام کیا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۹ھ) نے فقہ کے اصول و قواعد کی تدوین کا کام بھی کیا۔ لیکن ان سب کا یہ کام کتابی شکل میں بعد میں محفوظ نہ رہ سکا۔ اس لحاظ سے امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ) پہلے شخص ہیں جن کے مرتب کردہ اصول و قواعد کتابی شکل میں ہم تک پہنچے۔ انہوں نے اصول فقہ پر ایک کتاب لکھی جس نے "الرسالۃ" کے نام سے تمام عالم میں شہرت پائی۔ اس کتاب میں انہوں نے قرآن وسنت کی نصوص، ناسخ و منسوخ، خبر واحد، اجماع، استحسان، قیاس اور اجتہاد وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

ج۔ تعبیر و تشریح کے لیے لازمی امور

۱۔ تعبیر کنندہ (مفسر) کے لیے ضروری علوم کا لازمی حصول

شرعی نصوص کی تفسیر و تشریح کرنے والے کے لیے درج ذیل علوم کا جاننا ضروری ہے:[1]

علم لغت، علم نحو، علم صرف، علم اشتقاق، علم معانی، علم بیان، علم بدیع، علم حدیث، علم قرآت، علم اصول دین، علم اصول فقہ، علم اسباب نزول، علم ناسخ و منسوخ، علم فقہ، وھبی علم یہ وہ ضروری علوم ہیں جن میں مہارت شرعی نصوص کی تعبیر و تفسیر کے لیے اہلیت اور جن میں عدم مہارت اس کام کے لیے عدم اہلیت تصور ہوتی ہے۔ کوئی بھی کام کے کرنے کے لیے اس شخص میں مطلوبہ قابلیت و اہلیت کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے[2]۔

۲۔ تعبیر بغیر علم کی ممانعت

قرآن وسنت کی نصوص کی تعبیر و تفسیر کرنا ایسی رائے سے جائز نہیں ہے جو بغیر علم اور بلا دلیل ہو یا جو ذاتی ہو یا مخصوص طبقہ کی رائے کے مطابق ہو۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن و سنت میں سخت وعید آئی ہے جو شرعی احکام کی تعبیر اپنی خواہشات کے تحت کرتے ہیں اور پھر یہ تعبیر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے عوام میں سند قبولیت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔[3]

(۱) السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، الاتقان فی علوم القرآن، شرکۃ مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی مصر، ۲/ ۳۱۵

(۲) ڈھلوں، علم اصول فقہ ایک تعارف، ۲/ ۱۱۶

(۳) ایضاً، ۲ / ۱۱۶۔۱۱۷

ج۔ رائے کے استعمال میں احتیاط

نصوص شرعیہ کی تعبیر میں علم و دلیل کی اساس پر رائے کا استعمال جائز ہے لیکن کام کی اہمیت کے پیش نظر رائے کے استعمال میں انتہائی احتیاط چاہیے۔ کلام الٰہی اور سنت نبوی کے الفاظ کی تعبیر اور انہیں معنی و مفہوم دینا بڑی ذمہ داری کا کام ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین نے بہت احتیاط برتی ہے۔ اس کام کی اہمیت اور ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے وہ حتی الامکان یہ کوشش کرتے تھے کہ قرآن و سنت کے الفاظ کی تعبیر میں رائے سے اجتناب کریں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

> "جب میں مراد الٰہی کے خلاف قرآن کے کسی حرف کی تفسیر کروں تو کون سا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا اور کون سی زمین مجھے اٹھائے گی، میں کہاں جاؤں گا اور کیا کروں گا"۔[۱]

ھ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعبیرات کی پابندی

شرعی نصوص کی تعبیر میں صحابہ کرم رضی اللہ عنہم اس سلسلے کی پہلی کڑی ہیں جن کی وساطت سے قرآن و سنت کے احکام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچے ہیں۔ نصوص شرعیہ کی تعبیر و تفسیر کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ اس کا آغاز صحابہ رضی اللہ عنہم سے کیا جائے۔ وہ ہم سے زیادہ قرآن و سنت کے معانی و مفاہیم کو جانتے تھے۔ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) نے لکھا ہے:

> "جس شخص نے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے مذاہب (فکر) اور تفسیر سے عدول (گریز) کر کے ان کے خلاف راستہ پر قدم رکھا۔ وہ اس فعل میں غلطی پر ہے بلکہ بدعتی ہے، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین قرآن شریف کی تفسیر اور اس کے معنی کے ویسے ہی اعلیٰ درجہ کو جاننے والے تھے جیسے کہ وہ اس حق کو بخوبی جانتے تھے جس کے ساتھ خدائے پاک نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا۔"[۲]

د۔ دلالت کے طریقے و منہج

عبد الرحیم کے مطابق مخصوص معنی ادا کرنے کے لیے الفاظ کی چار قسمیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ بلحاظ اپنے صرفی و نحوی استعمال، مثلاً ایک لفظ مشترک ہے یا خاص یا عام

---

(۱) الذہبی، محمد حسین، التفسیر والمفسرون، دار الکتب الحدیثیۃ، ۱۳۹۶ھ، ۱/۲۱۰

(۲) الاتقان، ۲/۴۳۸

۲۔ بلحاظ اپنے حقیقی استعمال کے، مثلاً وہ حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے یا مجازی معنوں میں، صریح ہے یا کنایہ، لغوی طریقہ سے استعمال ہوا ہے یا اصطلاحی یا رسمی طور سے۔

۳۔ اس لحاظ سے کہ ان کے معنی کسی حد تک صاف کیے گئے ہیں اور کسی حد تک مبہم اور مشتبہ چھوڑ دیے گئے ہیں، یعنی جو کلام وہ الفاظ بناتے ہیں، وہ ظاہر یا نص یا مفسر ہے یا نہیں۔

۴۔ بلحاظ ان مختلف چار طریقوں کے، جن سے ان کے معانی کا پتہ چلتا ہے۔[1]

مثلاً۔ دلالۃ بالعبارۃ، دلالۃ بالاشارہ، دلالۃ بالدلالۃ، دلالۃ بالاقتضاء۔[2]

اپنے معنی پر دلالت کے اعتبار سے لفظ کی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں:

۱۔ واضح الدلالت الفاظ، یعنی وہ الفاظ، جن کے معانی و مفاہیم واضح ہوں۔ مثلاً

(۱) ظاہر (۲) نص (۳) مفسّر (۴) محکم

۲۔ غامض الدلالت الفاظ، یعنی وہ الفاظ، جن کے معانی و مفاہیم پہلی قسم کے الفاظ کی طرح واضح نہ ہوں۔[3]

مثلاً (۱) خفی (۲) مشکل (۳) مجمل (۴) تشابہ

شرعی دلائل میں تعارض (Contradiction) سے مراد یہ ہے کہ کسی خاص مسئلہ میں ایک شرعی دلیل جس حکم کی متقاضی ہو، کوئی دوسری شرعی دلیل اس کے خلاف دوسرے حکم کا تقاضا کرتی ہو۔ تو اس وقت ترجیح کا اُصول اپنایا جاتا ہے اور اس تعارض کو رفع کرنے اور متعارض دلائل میں سے کسی ایک کی ترجیح کے لیے اصول مرتب کیے گئے ہیں۔

ر۔ احکام پر الفاظ کی دلالت کے مختلف طریقے

شرعی نصوص میں وارد الفاظ اپنے معانی و مفاہیم کے لحاظ سے مختلف طریقوں سے دلالت کرتے ہیں اور علمائے اُصول کے ہاں اس کے لیے درج ذیل دو بڑے طریقے اختیار کیے جاتے ہیں:[1]

---

(۱) عبدالرحیم، ص ۱۴۹ ۔ الشلبی، م۔ن، ص ۳۶۸-۳۶۹ ۔ صدر الشریعہ، عبداللہ بن مسعود، التوضیح مع حاشیۃ التلویح للتفتازانی، نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی، ۱/۲۹

(۲) وھبہ الزحیلی، اصول الفقہ الاسلامی، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پشاور، س۔ن، ۱/۲۰۲

(۳) زیدان، عبدالکریم، الوجیز فی اصول الفقہ، اردو ترجمہ جامع اصول، مترجم ڈاکٹر احمد حسن، مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور ۱۹۸۶ء)، ص:۳۳۸، مزید تفصیل کے لیے دیکھئے، صدر الشریعہ، م۔ن، ۱/ ۲۳

CamScanner

(الف) حنفی طریقہ (ب) متکلمین کا طریقہ

الف۔ احناف کے نزدیک دلالت کے طریقے [۲]

احناف کی علم الاصول کی کتب میں دلالت کے درج ذیل چار طریقے بیان کیے جاتے ہیں

(۱) عبارۃ النّص (۲) اشارۃ النّص (۳) دلالۃ النّص (۴) اقتضاء النّص

مالکی، شافعی اور حنبلی علمائے اصول نے اپنے معنی پر لفظ کی دلالت کے ان چار طریقوں کے علاوہ پانچویں دلالت کا اضافہ کیا ہے، جس کا نام مفہوم مخالف ہے۔ [۳]

ب۔ دلالت کے مختلف طریقے اور متکلمین کا منہج

متکلمین کے نزدیک حکم پر لفظ کی دلالت کی دو بنیادی اقسام ہیں

(۱) منطوق: "جن پر لفظ مقام بیان میں دلالت کرے"۔ [۴]

(۲) مفہوم: وہ چیز جو لفظ سے معلوم ہو لیکن محل بیان میں نہ ہو یعنی ایسی چیز کا حکم ہو جو ذکر نہیں کی گئی یا غیر مذکور چیز کی کوئی حالت بیان کی گئی ہو۔

اسلامی اور مغربی اصول تعبیر و تشریح کا ایک تقابلی جائزہ

جب سے قانون وجود میں آیا۔ اس کی تعبیر و تشریح کی ضرورت در پیش رہی ہے اور اس مقصد کے لیے رفتہ رفتہ تعبیر قانون کے اصول وضع کیے گئے۔ لیکن ان سب اُصولوں کا مقصد ایک ہی تھا۔ لیکن مغربی اور اسلامی اُصول تعبیر و تشریح میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ جو کہ درج ذیل نکات کے تقابلی جائزہ سے اُجاگر ہوتا ہے۔

ا۔ قطعی تعبیر

اسلام کے بعض قطعی اصول تعبیر و تشریح کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا جیسے نص قرآنی کی نبوی تعبیر یا اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے تعبیر قطعی ہے۔ اسلامی قانون میں تعبیر و تشریح کا دائرہ قرآن و سنت کی صرف انہی نصوص تک محدود

---

(۱) مصطفیٰ سعید، ڈاکٹر، قواعد اُصولیہ میں فقہاء کا اختلاف اور فقہی مسائل پر اس کا اثر، مترجم حافظ حبیب الرحمن، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۲ء، ص:۱۳۶

(۲) ایضاً، ص:۱۳۶

(۳) ڈھلوں، علم اصول فقہ ایک تعارف، ۲/۳۰۰

(۴) الزحیلی، اصول الفقہ الاسلامی، ۱/۳۶۰

ہے جو ظنی الثبوت ہیں۔ جبکہ مغربی اصول تعبیر میں تبدیلی تو دور کی بات ہے، اس کی بقاء کا انحصار بھی صرف پارلیمان پر ہے جو چاہے تو اپنی مرضی سے اسے ختم بھی کر سکتی ہے۔

۲۔ حقیقی قانون ساز

اسلامی قانون، قرآن و سنت کی نصوص کی تعبیر و تشریح کا حق نہ تو کسی خاص مذہبی رہنما کو سونپتا ہے اور اس حق کو عام کرتا ہے کہ ہر مسلمان نصوص شرعیہ کی تعبیر اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق کرے بلکہ وہ اس کام کے لیے متعلقہ شخص سے مطلوبہ قابلیت کا تقاضا کرتا ہے، جب کہ مغربی قانون جج کو قانون کے الفاظ کی تعبیر کا حق دیتا ہے۔ کیتھولک عقیدے میں صرف پوپ اور اُسقف کو بائبل کی تعبیر کا حق ہے۔ پروٹسٹنٹ فرقے میں ہر مسیحی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق بائبل کے الفاظ کی تعبیر کرے۔[1] پروفیسر گرے تعبیر و تشریح کی تعریف ایسے انداز سے کرتا ہے کہ جس سے جج کی بطور تعبیر کنندہ حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے:

> It is " The process by which a judge constructs from the words of a statute book a meaning which he either believes to be that of the legislature, or which he proposes to attribute to it".[2]

> وہ طریقہ کار جس سے ایک جج قانون کی کتاب سے کسی لفظ کا مطلب اخذ کرتا ہے جو اس کے خیال میں قانون کے مطابق ہے یا ملتا جلتا ہے۔

مغربی قانون تعبیر و تشریح کے برعکس اسلام میں حاکمیت اعلیٰ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔ لہٰذا اصلی قانون ساز صرف اور صرف وہی ہے اور اسلامی ریاست کی مقننہ کی حیثیت صرف قانون کی تعبیر اور تشریح و توضیح کرنے کی ہے، نہ کہ قانون سازی کی۔

۳۔ مفسّر کے لیے ضروری اُمور کا جاننا

قانون اسلامی کی رو سے تفسیر کنندہ کے لیے یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ راسخ العقیدہ ہو اور واجبات دین پر کاملاً عمل کرنے والا ہو۔ جبکہ مغربی قانون میں تعبیر و تشریح کے لیے تعبیر کنندہ پر ایسی کوئی بھی شرط عائد نہیں کی گئی۔ نہ مذہباً اور نہ ہی اخلاقاً۔

---

(۱) الزحیلی، اصول الفقہ الاسلامی، ۲/ ۱۴۳

(2) Maxwell (Revised by Roy Wilson & Brian Galpin), Maxwell on the Interpretation of Statutes, (Sweet and Maxwell, Ltd, London, 1962), Ed: 11th, P.5.

۴۔ مذہبی عقائد کی پاسداری

اسلامی قانون میں کوئی تعبیر و تشریح قرآن و سنت کے قطعی احکام اور دین کے بنیادی عقائد و ایمانیات کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ جب کہ مغربی قانون میں بائبل کی تعلیمات اور مسیحی عقائد کو ایسا کوئی تحفظ حاصل نہیں ہے۔ [۱]

۵۔ تعبیر کا سرچشمہ وحیِ الٰہی

اسلامی اصولِ تفسیر و تشریح کا مقصد اول صرف قرآن اور سنت کے نصوص کی تعبیر کرنا ہے۔ جب کہ مغربی اصول تعبیر کا مقصد پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قانون کی تعبیر کرنا ہے۔ انھیں وحیِ الٰہی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ نیز اسلامی قانون میں تعبیر و تشریح کا معیار اور کسوٹی قرآن و سنت ہے جس کا منبع و ماخذ وحیِ الٰہی ہے۔ جب کہ مغربی قانون میں تعبیر و تشریح کا معیار ملکی دستور ہے۔ جو صرف انسانی کوششوں کا نتیجہ ہے اور اس میں غلطی کا امکان رہتا ہے۔

۶۔ تعبیر و تفسیر کی مذہبی اہمیت

اسلامی قانون میں نصوص کی تعبیر کرتے وقت ذاتی رائے کے استعمال میں حد درجہ احتیاط کا تصور پایا جاتا ہے شرعی نصوص کی تعبیر و تفسیر دینی اعتبار سے نہایت اہم اور نازک کام ہے جب کہ مغربی قانون میں عبارتوں کی تعبیر و تشریح کو مذہبی تقدس و اہمیت حاصل نہیں ہے۔ [۲]

۷۔ تعبیر نص کے لیے مقاصد الشریعۃ کا جاننا

اسلامی قانون میں شارع کا مقصد قانون سازی بالکل واضح ہے۔ مغربی قانون میں پارلیمنٹ کے قانون سازی کے ارادہ کو ایک مفروضہ اور افسانہ قرار دیا گیا ہے قانون کی عبارتوں کے معنی تو دریافت کیے جاسکتے ہیں۔ مگر یہ معلوم نہیں کیا جاسکتا کہ کسی قانون کو بناتے وقت پارلیمنٹ کا کیا ارادہ تھا اور عبارت کے الفاظ سے انہوں نے کون سا معنی مراد لیا تھا۔ [۳]

تعبیر نص کے لیے قانون سازی اور شرعی احکام دینے سے قبل شارع کے مقاصد کا جاننا لازم ہے۔ علامہ ابو اسحاق الشاطبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۰ھ) نے شریعت کے درج ذیل تین عمومی مقاصد بیان کیے ہیں:

(۱) ضروریات کا تحفظ (۲) حاجیات کی فراہمی (۳) تحسینیات کی فراہمی

---

(۱) ڈھلوں، علم اصول فقہ ایک تعارف، ۱۲۴/۲

(۲) ڈھلوں، علم اصول فقہ ایک تعارف، ۱۲۴/۲

(۳) ڈھلوں علم اصول فقہ ایک تعارف، ۱۲۴/۲

CamScanner

اس طرح نصوص کی تعبیر و تفسیر مقاصد شریعت اور ان اصول و قواعد کے مطابق ہوتی ہے جو دین اسلام میں ثابت شدہ ہیں اور جن پر ایمان و اعتقاد لازم و ملزوم ہے۔

۸۔ سیاسی مقتدر اعلیٰ کی حیثیت

اسلامی قانون میں ریاست کا کوئی سیاسی مقتدر اعلیٰ مثلاً بادشاہ، پارلیمنٹ، صدر یا وزیر اعظم یا جو کوئی بھی ہو، کسی قانون اور اس کی تعبیر سے ماوراء نہیں ہے۔ جب کہ مغربی قانون میں بادشاہ اور دوسرے سیاسی مقتدر اعلیٰ کو قانون کی کوئی تعبیر پابند نہیں بنا سکتی۔[1]

۹۔ نصوص شرعیہ کی تعبیر کا حقدار

اسلامی قانون میں شرعی نصوص کی تعبیر کا حق صرف مسلمان کو ہے۔ اس میں یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ جو شخص مسلمان نہیں ہے وہ قرآن و سنت کی نصوص کی تعبیر و تفسیر میں اس کے اصول و مقاصد کو برقرار رکھے گا جب کہ مغربی قانون میں اس اساسی شرط کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔[2]

۱۰۔ تاویل سے مدد لینا

اگر کسی لفظ کا ظاہری مفہوم اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے شایان شان نہ ہو تو اسکی تاویل کی جاتی ہے۔[3]

۱۱۔ تعبیر و تفسیر کے لیے واضح نص کا ہونا

دین اسلام کی تعبیری نص قرآن حکیم کی صورت میں موجود ہے۔ قرآن کریم کی نصوص قطعی اور یقینی ہیں کیونکہ یہ ایک یقینی امر ہے کہ قرآن پاک نبی اکرم ﷺ سے لے کر ہم تک ویسے ہی پہنچا ہے جیسا کہ نازل ہوا تھا اور اس کے کسی حرف اور لفظ میں بھی کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ جبکہ مغربی قانون کی کوئی اصل نص نہیں ہے۔ وہ پارلیمنٹ کے موضوعہ قانون کی تعبیر پر عمل کرتے ہیں۔

۱۲۔ تعبیر نص بذریعہ اجتہاد

اسلامی ریاست میں مقننہ کی قانون سازی اس حد تک تسلیم کی جا سکتی ہے کہ کسی نئے پیش آمدہ مسئلہ کے بارے میں قرآن، سنت اور اجماع سے راہنمائی حاصل نہ ہو تو وہاں ان کی روشنی میں قیاس اور اجتہاد کے ذریعے اس

---

(1) Curzon, Ibid, P.225

(۲) ڈھلوں، علم اصول فقہ ایک تعارف، ۱۲۴/۲

(۳) ایضاً، ۱۲۹/۲

سے کے متعلق ایک نئے قانون کو سامنے لایا جاتا ہے۔ پھر اسلامی ریاست کی مقننہ پر یہ بھی لازم ہوتا ہے کہ اس کے فیصلے اور اس کی تعبیر و تشریحات و توضیحات صرف منشائے ایزدی کے عین مطابق ہو۔

۳۔ غیر یقینی تعبیر

بعض اوقات مغربی قانون کی تعبیر و تشریح غیر یقینی (Uncertainty) کا شکار بھی نظر آتی ہے۔ جب کہ اسلامی تعبیر و تفسیر واضح ہوتی ہے۔ایک مغربی مفکر لکھتا ہے:

> "Uncertainty may arise when the literal meaning of an Act apparently contemplates circumstances which the court finds difficult to relate with certainty to the facts of a case. Poor drafting, the complexity of the subject matter, may be responsible".[1]

اس وقت بے یقینی کی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے اگر کسی عمل کے اصطلاحی معنی عدالت کے نزدیک کیس کے حقائق سے یقینی مطابقت نہ رکھتے ہوں تو اس سلسلے میں مواد کی پیچیدگی کی ذمہ دار (وجہ) ہو سکتی ہے۔

تعبیر و تفسیر کے اسالیب و مناہج

مغربی قانون کے مطابق اصول تعبیر و تشریح کے درج ذیل اسلوب ہیں:

۱۔ نحوی طریقہ تعبیر ۲۔ منطقی طریقہ تعبیر ۳۔ تاریخی طریقہ تعبیر

جبکہ فقہ اسلامی کے تحت اصول تعبیر و تفسیر کے دو اسلوب (مناہج) ہیں:

۱۔ اسلوب احناف ۲۔ اسلوب متکلمین

۱۔ اسلوب احناف:

احناف کے ہاں نص (یعنی کسی عبارت بالخصوص قرآن مجید کی آیت یا حدیث نبوی کی عبارت) کے معانی و مطالب کی وضاحت و تفسیر اور اس سے احکام مستنبط کرنے کے لیے "بیان کی اصطلاح" استعمال کی ہے۔ اور بیان کی درج ذیل پانچ اقسام بتائی ہیں:[۲]

۱۔ بیان تقریر، ۲۔ بیان تفسیر، ۳۔ بیان تغییر، ۴۔ بیان تبدیل، ۵۔ بیان ضرورت

---

(1) Curzon, Ibid, P.255.

(۲) غازی، اصول فقہ، ایک تعارف، ۲/ ۱۹

۲۔ اسلوب متکلمین

ان کے ہاں تعبیر و تفسیر کے دو طریقے استعمال کیے جاتے ہیں

(۱) دلالت منطوق (۲) دلالت مفہوم

خلاصہ بحث

خلاصہ کلام یہ کہ قانون کی تعبیر و تشریح سے مراد یہ ہے کہ قانون کی تشریح کر کے اس کے ابہام و پیچیدگی کو دور کیا جائے۔ مغربی قانون کے مطابق اس کے لیے تین طریقے نحوی، منطقی اور تاریخی استعمال کیے جاتے ہیں اور پھر ان تین طریقوں سے مختلف اصول تعبیر مرتب کر کے قانون کے ابہام اور قانون ساز (پارلیمنٹ) کے ارادہ و منشاء کو جانا جاتا ہے۔

یہ اسلامی فقہ میں اصول فقہ کا ایک نہایت اہم موضوع ہے اور اس کو "الدلالات "یعنی تعبیر و تفسیر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ تعبیر و تفسیر کے ان اصولوں کے لیے قدیم علمائے اصول نے "وجوہ نظم "کا اور جدید علمائے اصول نے "الدلالات "کا عنوان اختیار کیا ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس کو انگریز قانون کی اصطلاح میں "پرنسپلز آف انٹر پریٹیشن" (Principles of Interpretation) کہتے ہیں ان اصولوں میں عام اور خاص، امر و نہی، الفاظ و عبارت کے معانی کے لحاظ سے ان کی قسمیں (مثلاً ظاہر، نص، مفسر، محکم، خفی، مشکل، مجمل متشابہ، حقیقت، مجاز، صریح، کنایہ وغیرہ) شامل ہیں۔[۱]

ڈاکٹر محمود احمد غازی "الدلالات" یعنی اُصول تعبیر و تفسیر کے حوالے سے مسلم فقہاء کو ان الفاظ میں خراج تحسین دیتے ہیں:

> "یہ موضوع اصول فقہ کی دراصل جان اور بنیاد ہے تعبیر قانون کے یہ اصول پہلی بار مسلمان فقہاء نے دنیا کو دیئے۔ فقہ اسلامی سے قبل رومن لاء میں تعبیر قانون کے نہایت ابتدائی تصورات ملتے ہیں جن کو نہ کوئی مکمل اور مربوط ضابطہ قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی رومن قانون دانوں نے ان کو ترقی دے کر ایسے اصول تیار کیے جیسے علمائے اصول نے اسلام کی ابتدائی تین چار صدیوں میں کر دیئے تھے۔ رومن قانون دانوں کو اس کام کا آغاز کرنے میں کم و بیش بارہ سو سال کا عرصہ لگا۔"[۲]

(۱) غازی، اصول فقہ، ایک تعارف، ۱ / ۵۲

(۲) غازی، علم اصول فقہ، ایک تعارف، ۲/ ۳۵

CS CamScanner

اسلام میں قانون سازی کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور مقننہ کا کام قانون کی تعبیر اور تشریح و توضیح اور کسی نئے آنے والے مسئلہ کا حل قرآن، سنت اور اجماع سے بذریعہ قیاس معلوم کرنا ہے۔

مغربی قانون میں قانون کی تشریح کا حق بھی حکمران طبقے کو حاصل ہوتا ہے اور اگر کہیں عدلیہ کے ذریعے قانون کی تشریح ہوتی ہے، تو اس پر بھی کوئی بالائی قانون قدغن کے طور پر موجود نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ قانون کی تشریح آئین اور دستور کے ضابطے کی حدود کے اندر کی جاتی ہے جو بجائے خود انسانی ذہن کا تراشیدہ ہوتا ہے۔ گویا قانون کی تشریع اور تشریح دونوں انسانی صوابدید پر مبنی ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس اسلامی قانون کی بنیادی تشریع بھی نبی آخر الزمان ﷺ کی وساطت سے وحی الٰہی کی روشنی میں کر دی گئی ہے۔ لہٰذا یہاں بھی انسانی سوچ یا اس کے محدود مفادات کی اثر انگیزی کا کوئی دخل باقی نہیں رہا جہاں تک جدید تعبیرات و تشریحاتِ قانون کا تعلق ہے جو تغیر زمانہ کے ساتھ ساتھ مسلم فقہاء، علماء اور مجتہدین کرتے ہیں ان کی تشریحی حدود بھی قرآن و سنت کے ذریعے متعین کر دی گئی ہیں۔ اس لئے اسلامی قانون کے ضمن میں انسانوں کو تشریح اور تعبیر کا حق تو حاصل ہے لیکن غیر مشروط اور لامحدود نہیں، اس پر پھر قرآن و سنت یا ان کے نظائر و مماثلات کی شرائط موجود ہیں، جن کی تفصیلات بھی کتب فقہ میں شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہیں۔ تشریح و تعبیر قانون کا یہی اصول عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے آج تک اسلامی تاریخ میں رواج پذیر ہے۔ تشریح و تعبیر قانون کا طریق کار کبھی اجتہاد بیانی کی صورت میں نافذ ہوتا ہے اور کبھی اجتہاد قیاسی کی صورت میں۔ کبھی اس کے استصلاحی ضابطے استحسان، مصالح، استصحاب اور استدلال کی صورت میں نافذ ہوتے ہیں اور کبھی عرف و عادت اور ضرورت شرعی وغیرہ کی صورت میں۔ کبھی اس کی تشریح و تعبیر تقیید المطلق، تخصیص العام، استثناء و رخصت، تخیر و تغیر وغیرہ کی صورت میں ہوتی ہے اور کبھی ترجیح و تلفیق کی صورت میں۔ الغرض یہ تمام تشریعی ضابطے قرآن و سنت کی اس الہامی ہدایت کے تابع ہیں جس کی حیثیت ملکی آئین اور دستور پر بھی فائق ہے۔ اس لیے ملک کے عام قانون سے لے کر ریاست کے دستور اور آئین تک تشکیل اور تشریح قانون کے تمام مرحلے ربانی ہدایت کے بالواسطہ یا بلاواسطہ تابع ہوتے ہیں اگر کسی شخص یا طبقے کی تشریحی تحقیق اور توضیحی رائے وحی

الٰہی کے احکام کے منافی ہو تو اسے بغیر تامل کے رد کر دیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے جو سقم مغربی قانون کے ضابطہ تشریع میں پایا جاتا ہے۔ وہ اسلامی قانون کے ضابطہ تشریع میں موجود نہیں۔ (۱)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ابو بکر احمد بن علی الجصاص رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۷۰ھ)، قاضی عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۱۵ھ) ان کے شاگرد ابو الحسن البصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۳۶ھ)، فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۸۳ھ)، شمس الائمہ السرخسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۹۰ھ)، امام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۰۵ھ)، اور سیف الدین الآمدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۱ھ) دلالت کے علم کے حوالے سے بہت نمایاں رہے ہیں۔ معاصر فقہاء میں عبد الکریم زیدان نے "الوجیز فی اصول الفقہ" میں تشریع و تعبیر کے اصولوں کا احاطہ کیا ہے اور ان پر وضاحت کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ (۲)

✿ ✿ ✿

(۱) القادری، محمد طاہر، اسلامی اور مغربی تصور قانون کا تقابلی جائزہ، سہ ماہی منہاج، ش:۴، ج:۱، اکتوبر ۱۹۸۳ء، ص:۱۲۴

(۲) فاروقی، محمد یوسف، فقہ اسلامی میں تعبیر و تشریع کے اصول، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۱ء، ص:۸